۳۔ بھولا

راجندر سنگھ بیدی

پہلی بات : اُردو کی بیانیہ اصناف میں سب سے زیادہ مقبولیت افسانے کو حاصل ہے۔ اس میں واقعات کا بیان، کرداروں کی گفتگو اور منظر و ماحول کی پیش کش بہت نپی تلی اور تاثر سے بھرپور ہوتی ہے۔ پلاٹ، کردار، زمان و مکاں، مرکزی خیال اور اسلوب کی، افسانے کے فن میں خاص اہمیت ہے۔ زیادہ تر افسانے کسی پلاٹ ہی کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ افسانے میں کردار کی شخصیت کے کچھ ہی پہلو دِکھائے جاسکتے ہیں اس لیے افسانے کی کامیابی کے لیے لازمی ہے کہ اس کی ابتدا ہی میں کردار کا واضح نقش اُبھر آئے۔ ہر واقعہ اور انسانی تجربہ وقت کے کسی نہ کسی مخصوص دائرے اور مکان یا مقام کے کسی نہ کسی معینہ پس منظر میں جنم لیتا ہے۔ اچھے افسانے میں ماحول کی جزئیات اور کرداروں کے زمانی پس منظر کا وجود ضروری ہے۔

جان پہچان : راجندر سنگھ بیدی یکم ستمبر ۱۹۱۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ وہ اُردو کے صف اوّل کے افسانہ نگار ہیں۔ وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔ اپنے افسانوں کے ماحول کی مصوری میں وہ حقیقت نگاری سے کام لیتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں کرداروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اُن کے ہر کردار اور واقعے کے پس منظر میں کوئی نفسیاتی یا جذباتی عنصر کارفرما ہوتا ہے۔ ’دانہ و دام‘، گرہن، اپنے دکھ مجھے دے دو‘ اور ’ہاتھ ہمارے قلم ہوئے‘ ان کے افسانوں کے مشہور مجموعے ہیں۔ افسانہ ’بھولا‘ ان کے مجموعے ’دانہ و دام‘ سے لیا گیا ہے جس کے کردار سادہ دل، بھولے بھالے اور سیدھے سادے ہیں۔ غالباً اسی کی مناسبت سے مصنف نے افسانے کا نام ہی ’بھولا‘ رکھا ہے۔ راجندر سنگھ بیدی کا ۱۱؍نومبر ۱۹۸۴ء کو ممبئی میں انتقال ہوا۔

میں نے مایا کو پتھر کے ایک کوزے میں مکھن رکھتے دیکھا۔ چھاچھ کی کھٹاس کو دور کرنے کے لیے مایا نے کوزے میں پڑے ہوئے مکھن کو کنویں کے صاف پانی سے کئی بار دھویا۔ اس طرح مکھن کے جمع کرنے کی کوئی خاص وجہ تھی۔ ایسی بات عموماً مایا کے کسی عزیز کی آمد کا پتا دیتی تھی۔ ہاں، اب مجھے یاد آیا، دو دن کے بعد مایا کا بھائی اپنی بیوہ بہن سے راکھی بندھوانے کے لیے آنے والا تھا۔ یوں تو اکثر بہنیں بھائیوں کے ہاں جا کر انھیں راکھی باندھتی ہیں مگر مایا کا بھائی اپنی بہن اور بھانجے سے ملنے کے لیے خود ہی آ جایا کرتا تھا اور راکھی بندھوا لیا کرتا تھا۔ راکھی بندھوا کر وہ اپنی بیوہ بہن کو یقین دلاتا کہ جب تک اس کا بھائی زندہ ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لیتا ہے۔

ننھے بھولے نے میرے اس خیال کی تصدیق کر دی۔ گنا چوستے ہوئے اس نے کہا، ”بابا! پرسوں ماموں جی آئیں گے نا...؟“

میں نے اپنے پوتے کو پیار سے گود میں اُٹھا لیا اور مسکراتے ہوئے کہا، ”بھولے! تیرے ماموں جی تیری ماتا جی کے کیا ہوتے ہیں؟“

بھولے نے کچھ تامّل کے بعد جواب دیا، ”ماموں جی۔“

مایا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں اپنی بہو کے اس طرح کُھل کر ہنسنے پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ مایا بیوہ تھی اور سماج اسے اچھے کپڑے پہننے اور خوشی کی بات میں حصہ لینے سے بھی روکتا تھا۔ میں نے بارہا مایا کو اچھے کپڑے پہننے، ہنسنے کھیلنے کی تلقین کرتے ہوئے سماج کی پروا نہ کرنے کے لیے کہا تھا مگر مایا نے ازخود اپنے آپ کو سماج کے روح فرسا احکام کے تابع کر لیا تھا۔ اس نے اپنے تمام اچھے کپڑے اور زیورات کی پٹاری ایک صندوق میں مقفل کر کے چابی ایک جوہڑ میں پھینک دی تھی۔

مایا نے اپنے لعل کو پیار سے پاس بلاتے ہوئے کہا، ”بھولے! تم نھی کے کیا ہوتے ہو؟“

”بھائی“ بھولے نے جواب دیا۔

”اسی طرح تیرے ماموں جی میرے بھائی ہیں۔“

بھولا یہ بات نہ سمجھ سکا کہ ایک ہی شخص کس طرح ایک ہی وقت میں کسی کا بھائی اور کسی کا ماموں ہوسکتا ہے۔ وہ تو اب تک یہی سمجھتا آیا تھا کہ اس کے ماموں جان اس کے باباجی کے بھی ماموں جی ہیں۔

مجھے دوپہر کو اپنے گھر سے چھے میل دور اپنے کھیتوں میں ہل پہنچانے تھے۔ بوڑھا جسم، اس پر مصیبتوں کا مارا ہوا۔ بیٹے کی موت نے اُمید کو یاس میں تبدیل کر کے کمر توڑ دی تھی۔ اب میں بھولے کے سہارے ہی جیتا تھا۔

رات کو میں تکان کی وجہ سے بستر پر لیٹتے ہی اونگھنے لگا۔ ذرا توقّف کے بعد مایا نے مجھے دودھ پینے کے لیے آواز دی۔ میں نے اسے سیکڑوں دعائیں دیتے ہوئے کہا، ”مجھ بوڑھے کی اتنی پروا نہ کیا کرو، بیٹا۔“

بھولا ابھی تک نہ سویا تھا۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور میرے پیٹ پر چڑھ گیا۔ بولا، ”بابا جی! آپ آج کہانی نہیں سنائیں گے کیا؟“ ”نہیں بیٹا۔“ میں نے کہا، ”میں آج بہت تھک گیا ہوں۔ کل دوپہر کو تمھیں سناؤں گا۔“

بھولے نے روٹھتے ہوئے جواب دیا، ”میں تمھارا بھولا نہیں بابا۔ میں ماتاجی کا بھولا ہوں۔“

بھولا بھی جانتا تھا کہ میں نے اس کی ایسی بات کبھی برداشت نہیں کی۔ میں ہمیشہ اس سے یہی سننے کا عادی تھا کہ ”بھولا باباجی کا ہے اور ماتاجی کا نہیں۔“ مگر اس دن ہلوں کو کندھے پر اُٹھا کر چھے میل تک لے جانے اور پیدل ہی واپس آنے کی وجہ سے میں بہت تھک گیا تھا۔ اس غیر معمولی تھکن کے باعث میں نے بھولے کی وہ بات بھی برداشت کی اور اونگھتے اونگھتے سو گیا۔

صبح کے وقت اس نے پھر میری گود میں آنے سے انکار کر دیا اور بولا، ”میں نہیں آؤں گا تمھارے پاس، بابا۔“

”کیوں بھولے؟“

”بھولا باباجی کا نہیں... بھولا ماتاجی کا ہے۔“

میں نے بھولے کو مٹھائی کے لالچ سے منایا اور چند ہی لمحات میں وہ باباجی کا بھولا بن گیا اور میری گود میں آ گیا اور اپنی ننھی ٹانگوں کے گرد میرے جسم سے لپٹے ہوئے کمبل کو لپیٹنے لگا۔ مایا نے پاؤ بھر مکھن نکالا اور اسے کوزے میں ڈال کر کنویں کے صاف پانی سے اس کی کھٹاس کو دھو ڈالا۔ اب مایا نے اپنے بھائی کے لیے سیر کے قریب مکھن تیار کر لیا تھا۔ میں بہن بھائی کے اس پیار کے جذبے پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا، عورت کا دل محبت کا ایک سمندر ہوتا ہے۔ ماں باپ، بھائی بہن، خاوند بچے، سب سے بہت ہی پیار کرتی ہے اور اتنا کرنے پر بھی اس کا پیار ختم نہیں ہوتا۔ ایک دل کے ہوتے ہوئے بھی وہ سب کو اپنا دل دے دیتی ہے۔ بھولے نے دونوں ہاتھ میرے گالوں کی جھریوں پر رکھے اور کہا، ”بابا، تمھیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟“

”کس بات کا... بیٹا؟“

”تمھیں آج دوپہر کو مجھے کہانی سنانی ہے۔“

”ہاں بیٹا!“ میں نے اس کا منہ چومتے ہوئے کہا۔

یہ تو بھولا ہی جانتا ہوگا کہ اس نے دوپہر کے آنے کا کتنا انتظار کیا۔ بھولے کو اس بات کا علم تھا کہ باباجی کے کہانی سنانے کا وقت وہی ہوتا ہے جب وہ کھانا کھا کر اس پلنگ پر جا لیٹتے ہیں جس پر وہ باباجی یا ماتاجی کی مدد کے بغیر نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ وقت سے آدھا گھنٹا پیشتر ہی اس نے کھانا نکلوانے پر اصرار شروع کر دیا، میرے کھانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے کہانی سننے کے چاؤ سے۔

میں نے معمول سے آدھا گھنٹا پہلے کھانا کھایا۔ ابھی میں نے آخری نوالہ توڑا ہی تھا کہ پٹواری نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے کہا کہ خانقاہ والے کنویں پر آپ کی زمین کو ناپنے کے لیے مجھے آج ہی فرصت مل سکتی ہے، پھر نہیں۔

دالان کی طرف نظر دوڑائی تو میں نے دیکھا، بھولا چارپائی کے چاروں طرف گھوم کر بستر بچھا رہا تھا۔ بستر بچھانے کے بعد اس نے ایک بڑا تکیہ بھی ایک طرف رکھ دیا اور خود پائینتی میں پاؤں اڑا کر چارپائی پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

میں نے پٹواری سے کہا کہ تم خانقاہ والے کنویں کو چلو اور میں تمھارے پیچھے پیچھے آ جاؤں گا۔ جب بھولے نے دیکھا کہ میں باہر جانے کے لیے تیار ہوں تو اس کا چہرہ مدھم پڑ گیا۔ مایا نے کہا، ”باباجی، اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ خانقاہ والا کنواں کہیں بھاگا تو نہیں جاتا۔ آپ کم سے کم آرام تو کر لیں۔“

”اوں ہوں“ میں نے زیرِ لب کہا۔ ”پٹواری چلا گیا تو پھر یہ کام ایک ماہ سے ادھر نہ ہو سکے گا۔“

مایا خاموش ہو گئی۔ بھولا منہ بسورنے لگا۔ اس کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ اس نے کہا، ”بابا! میری کہانی... میری کہانی...“

”بھولے... میرے بچے!“ میں نے ٹالتے ہوئے کہا۔ ”دن کو کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔“

”راستہ بھول جاتے ہیں؟“ بھولے نے سوچتے ہوئے کہا، ”بابا! تم جھوٹ بولتے ہو... ہمیں باباجی کا بھولا نہیں بننا۔“

اب جبکہ میں تھکا ہوا بھی نہیں تھا اور پندرہ بیس منٹ آرام کے لیے نکال سکتا تھا، بھولے کی اس بات کو آسانی سے کس طرح برداشت کر لیتا۔ میں نے اپنے شانے سے چادر اُتار کر چارپائی کی پائینتی پر رکھی اور پلنگ پر لیٹتے ہوئے بھولا سے کہا، ”اب کوئی مسافر راستہ کھو بیٹھے تو اس کے تم ذمے دار ہو گے۔“ اور میں نے بھولے کو دوپہر کے وقت سات شہزادوں اور سات شہزادیوں کی ایک کہانی سنائی۔ بھولا ہمیشہ اس کہانی کو پسند کرتا تھا جس کے آخر میں شہزادے اور شہزادی کی شادی ہو جائے۔ مگر میں نے اس روز بھولے کے منہ پر خوشی کی کوئی علامت نہ دیکھی بلکہ وہ افسردہ منہ بنائے ہلکے ہلکے کانپتا رہا۔

اس خیال سے کہ پٹواری خانقاہ والے کنویں پر انتظار کرتے کرتے تھک کر کہیں اپنے گاؤں کا رُخ نہ کر لے، میں جلدی جلدی اپنے نئے جوتے میں دبتی ہوئی ایڑی کی وجہ سے لنگڑاتا ہوا بھاگا۔

شام کو جب میں واپس آیا اور جوں ہی میں نے دہلیز میں قدم رکھا، بھولے نے کہا، ”بابا... آج ماموں جی آئیں گے نا؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔

”ماموں جی اگن بوٹ لائیں گے۔ ماموں جی کے سر پر مکئی کے بُھٹّوں کا ڈھیر ہوگا نا، بابا... ہمارے تو مکئی ہوتی ہی نہیں بابا۔ اور تو اور وہ ایسی مٹھائی لائیں گے جو آپ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔“

میں حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ کس خوبی سے ’خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی‘ کے الفاظ سات شہزادوں والی کہانی کے بیان میں سے اس نے یاد رکھے تھے۔

"جیتا رہ" میں نے دعا دیتے ہوئے کہا،"بہت ذہین لڑکا ہوگا اور ہمارا نام روشن کرے گا۔"

شام ہوتے ہی بھولا دروازے میں جا بیٹھا تاکہ ماموں جی کی شکل دیکھتے ہی اندر کی طرف دوڑے اور پہلے اپنی ماتا جی کو اور پھر مجھے، اپنے ماموں جی کے آنے کی خبر سنائے۔

دِیوں کو دِیا سلائی دِکھائی گئی۔ جوں جوں رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جاتا دِیوں کی روشنی زیادہ ہوتی جاتی۔ تب متفکرانہ لہجے میں مایا نے کہا،"بابا جی ... بھیا ابھی تک نہیں آئے۔"

"ممکن ہے کوئی ضروری کام آ پڑا ہو۔ راکھی کے روپے ڈاک میں بھیج دیں گے۔"

"مگر راکھی؟"

"ہاں راکھی کی کہو۔ انھیں اب تک تو آ جانا چاہیے تھا۔"

میں نے بھولے کو زبردستی دروازے کی دہلیز پر سے اُٹھایا۔ بھولے نے اپنی ماتا سے بھی زیادہ متفکرانہ لہجے میں کہا،"ماتا جی ... ماموں جی کیوں نہیں آئے؟"

مایا نے بھولے کو گود میں اُٹھاتے ہوئے اور پیار کرتے ہوئے کہا،"شاید صبح کو آجائیں تیرے ماموں جی ...میرے بھولے۔"

پھر بھولا کچھ دیر بعد سو گیا۔

مایا کا بھائی ابھی تک نہیں آیا تھا۔ میں ستاروں کی طرف دیکھتے دیکھتے اونگھنے لگا۔ یکایک مایا کی آواز سے میری نیند کھلی۔ وہ دودھ کا کٹورا لیے کھڑی تھی۔

"بیٹی ... تمھیں اس سیوا کا پھل ملے بغیر نہ رہے گا۔"

تبھی میرے پہلو میں بچھی ہوئی چارپائی پر سے بھولا آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھا۔ اُٹھتے ہی اس نے پوچھا،"بابا ... ماموں جی ابھی تک کیوں نہیں آئے؟"

"آجائیں گے بیٹا! سو جاؤ۔ وہ صبح سویرے آجائیں گے۔"

اپنے بیٹے کو اپنے ماموں کے لیے اس قدر بیتاب دیکھ کر مایا بھی کچھ بیتاب سی ہوگئی۔ عین اسی طرح جس طرح ایک شمع سے دوسری شمع روشن ہوجاتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بھولے کو لِٹا کر تھپکنے لگی۔ مایا کی آنکھوں میں بھی نیند آنے لگی۔ دن بھر کے کام کاج کی تھکن سے مایا گہری نیند سوتی تھی۔ میں نے مایا کو سو جانے کے لیے کہا اور بھولے کو اپنے پاس لِٹا لیا۔

"بتّی جلتی رہنے دو، صرف دھیمی کردو۔ میلے کی وجہ سے بہت سے چور چکار اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں۔" میں نے مایا سے کہا۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس دفعہ میلے پر جو لوگ آئے تھے، ان میں ایسے آدمی بھی تھے جو کہ بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے تھے۔ پڑوس کے ایک گاؤں میں دو ایک ایسی وارداتیں ہوئی تھیں اسی لیے میں نے بھولے کو اپنا پاس لٹا لیا تھا۔ میں نے دیکھا، بھولا جاگ رہا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب میری آنکھ کُھلی تو میں نے بتّی کو دیوار پر نہ دیکھا۔ گھبرا کر ہاتھ پسارا تو بھولا بھی بستر پر نہ تھا۔ میں نے اندھوں کی طرح دیوار سے ٹکراتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے تمام چارپائیوں پر دیکھ ڈالا۔ مایا کو بھی جگایا۔ گھر کا کونا کونا چھان مارا، بھولا

کہیں نہ تھا۔

"مایا...ہم لُٹ گئے۔" میں نے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہا۔

مایا ماں تھی۔ اس کا کلیجا جس طرح شق ہوا، یہ کوئی اسی سے پوچھے۔ اپنا سہاگ لٹنے پر اس نے اتنے بال نہ نوچے تھے جتنے کہ اس وقت نوچے۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخیں مار رہی تھی۔ پاس پڑوس کی عورتیں شور سن کر جمع ہوگئیں اور بھولے کی گمشدگی کی خبر سن کر رونے پیٹنے لگیں۔

آج میں نے میلے کے ایک بازی گر کو اپنے گھر کے اندر گھورتے ہوئے دیکھا تھا مگر میں نے پروا نہیں کی تھی۔ میں نے دعائیں کیں، منّتیں مانیں کہ بھولا مل جائے۔ وہی ہمارے اندھیرے گھر کا اُجالا تھا۔ اسی کے دم سے میں اور مایا جیتے تھے۔ اسی کی آس سے ہم اُڑے پھرتے تھے۔ وہی ہماری آنکھوں کی بینائی، وہی ہمارے جسم کی توانائی تھا۔ اس کے بغیر ہم کچھ نہ تھے۔

میں نے گھوم کر دیکھا، مایا بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس کے ہاتھ اندر کی طرف مُڑ گئے تھے، آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور عورتیں اس کی ناک بند کر کے ایک چمچے سے اس کے دانت کھولنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

ایک لمحے کے لیے میں بھولے کو بھی بھول گیا۔ میرے پاؤں تلے کی زمین کھسک گئی۔ ایک ساتھ گھر کے دو لوگ جب دیکھتے دیکھتے ہاتھ سے چلے جائیں تو اس وقت دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا کہ اِن دُکھوں کے دیکھنے سے پہلے ایشور نے میری ہی جان کیوں نہ لے لی۔

قریب تھا کہ میں بھی گر پڑوں، مایا ہوش میں آگئی۔ مجھے پہلے سے کچھ سہارا ملا۔ میں نے دل میں کہا،"میں ہی مایا کو سہارا دے سکتا ہوں۔ اور اگر میں خود اس طرح حوصلہ چھوڑ دوں تو مایا کسی طرح نہیں بچ سکتی۔" میں نے حواس جمع کرتے ہوئے کہا،"مایا بیٹی... دیکھو! مجھے یوں خانہ خراب مت کرو۔ حوصلہ کرو۔ بچے اغوا ہوتے ہیں مگر مل بھی جاتے ہیں۔ بھولا مل جائے گا۔"

ماں کے لیے یہ الفاظ بے معنی تھے۔ اس وقت آدھی رات اِدھر تھی اور آدھی رات اُدھر جب ہمارا پڑوسی اس حادثے کی خبر گاؤں سے دس کوس دور تھانے میں پہنچانے کے لیے روانہ ہوا۔

ہم سب ہاتھ ملتے ہوئے صبح کا انتظار کرنے لگے تاکہ دن نکلنے پر کچھ سجھائی دے۔ دفعتہً دروازہ کھلا اور ہم نے بھولے کے ماموں کو اندر آتے دیکھا۔ بھولا اس کی گود میں تھا۔ اس کے سر پر مٹھائی کی ٹوکریاں اور ایک ہاتھ میں بتّی تھی۔ ہمیں تو گویا ساری دنیا کی دولت مل گئی۔ مایا نے بھائی کو پانی پوچھا نہ خیریت اور اس کی گود سے بھولے کو چھین کر اسے چومنے لگی۔ تمام اڑوس پڑوس نے مبارکباد دی۔ بھولے کے ماموں نے کہا،"مجھے ایک کام کی وجہ سے دیر ہوگئی تھی۔ دیر سے روانہ ہونے پر رات کے اندھیرے میں مَیں اپنا راستہ گم کر بیٹھا تھا۔ یکایک مجھے ایک جانب سے روشنی آتی دِکھائی دی۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ اس خوفناک اندھیرے میں پرس پور سے آنے والی سڑک پر بھولے کو بتی پکڑے ہوئے اور کانٹوں میں اُلجھے ہوئے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے اس سے اس وقت وہاں ہونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ باباجی نے آج دوپہر کے وقت مجھے کہانی سنائی تھی اور کہا تھا کہ دن کے وقت کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔ تم دیر تک نہ آئے تو میں نے یہی جانا کہ تم راستہ بھول گئے ہوگے اور بابا نے کہا تھا کہ اگر کوئی مسافر راستہ بھول گیا تو تم ذمے دار ہوگے ...!!"

معانی واشارات

تصدیق کرنا - سچائی تسلیم کرنا، ثابت کرنا
تامّل - ہچکچاہٹ
تلقین کرنا - سمجھانا، جتانا
ازخود - خود سے
روح فرسا - روح کو تکلیف دینے والا
جوہڑ - پانی سے بھرا ہوا گڑھا
توقف - تاخیر، وقفہ
پٹواری - گاؤں کی زمین کی پیمائش کرنے والا

اگن بوٹ - آگ سے چلنے والی ناؤ
دیا سلائی دِکھانا - آگ جلانا، مراد چراغ روشن کرنا
متفکرانہ - سوچتے ہوئے
کلیجا شق ہونا - صدمہ پہنچنا، بہت دُکھ ہونا
سہاگ لٹنا - شوہر کا انتقال ہوجانا
کوس - دومیل کا فاصلہ
دفعتہً - اچانک

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

ا۔ بابا کو گھر پر کسی کی آمد کا پتا چل جانے کی وجہ لکھیے۔
۲۔ مایا کے مکھن جمع کرنے کا طریقہ بیان کیجیے۔
۳۔ سبق میں مذکور رشتوں اور رشتے داروں کے نام لکھیے۔
۴۔ مایا کے بھائی کے گھر آنے کی وجہ بیان کیجیے۔
۵۔ 'راکھی بندھن' پر بھائی کے ذریعے بہن سے کیے جانے والے وعدے کو قلمبند کیجیے۔
۶۔ سماج مایا کو اچھے کپڑے پہننے اور ہنسنے مسکرانے سے روکتا تھا۔سبب تحریر کیجیے۔
۷۔ بھولا کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بیان کیجیے۔
۸۔ ''بھولا کبھی بابا کا بھولا ہوتا کبھی مایا کا۔'' اس جملے کی وضاحت کیجیے۔
۹۔ بابا کے بھولا کو رات میں کہانی نہ سنانے کا سبب لکھیے۔
۱۰۔ سبق کے پیغام کو مختصراً اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

* **ذیل کا شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔**

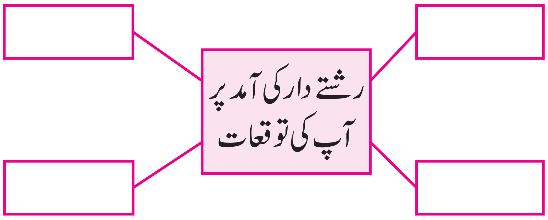

* **ماموں کی آمد پر بھولا جو توقعات لگائے ہوئے تھا انھیں لکھیے۔**
* **''بھولا واقعی بھولا تھا۔'' اس جملے کی وضاحت کیجیے۔**
* **اپنے اسکول سے اپنے علاقے کے پولس اسٹیشن کا فاصلہ لکھیے۔**
* **سبق سے کم از کم آٹھ محاورے تلاش کرکے لکھیے اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔**
* **جملے کی درج ذیل اقسام سبق سے تلاش کرکے لکھیے۔**

بیانیہ، استفہامیہ، فجائیہ

* **سبق سے مفرد، مرکب اور مخلوط جملوں کی دو دو مثالیں لکھیے۔**
* **سبق سے اسم جمع تلاش کرکے لکھیے۔**
* **درج ذیل بیانات کی استحسانی وضاحت کیجیے۔**

ا۔ میں نے دعائیں کیں، منتیں مانیں کہ بھولا مِل جائے۔ .... اس کے بغیر ہم کچھ نہ تھے۔
۲۔ ''بابا جی نے آج دوپہر کے وقت مجھے کہانی سنائی تھی اور کہا تھا کہ دِن کے وقت ....تو تم ذمے دار ہوگے۔''